بسم اللہ الرحمن الرحیم

دولہن سے جس مہر کے ساتھ نکاح کی اجازت لی تھی اس سے زیادہ مہر میں نکاح پڑھا دیا تو کیا حکم ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ایک نکاح پڑھایا، جس میں وہ دلہن کے پاس گیا، تو یوں کہا "کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہیں کہ میں آپ کا نکاح پانچ ہزار روپے مہر کے بدلے فلاں شخص سے پڑھا دوں؟" تو لڑکی نے کہا میں اجازت دیتی ہوں، پھر زید دولہے کے پاس گیا، لیکن ابھی اتنا ہی بولا تھا کہ "میں نے آپ کا نکاح پانچ ہزار حق مہر کے بدلے میں" تو دولہے کے والد نے روک کر کہا کہ تیس ہزار حق مہر رکھنا ہے، پھر اس نے یوں بولا کہ "میں نے آپ کا نکاح تیس ہزار حق مہر کے بدلے میں فلانہ سے پڑھایا، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" تو دولہے نے کہا: مجھے قبول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ زید نے مہر کے معاملے میں اپنی مؤکلہ کی مخالفت کی ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح و نافذ ہوگا؟ اور نافذ ہو، تو دولہے اور دلہن کے پاس مہر کی الگ الگ مقدار ذکر کرنے کی مذکورہ صورت میں یہ دونوں رقمیں دینی ہوں گی یا ان میں سے کوئی ایک رقم بطورِ مہر ادا کرنا لازم ہوگی؟ اگر ایک لازم ہوگی، تو ان میں سے کس رقم کا اعتبار کیا جائے گا؟

جواب

پوچھی گئی صورت میں یہ نکاح، صحیح و نافذ ہے اور شوہر پر دونوں مرتبہ ذکر کی گئی رقم دینا لازم نہیں، بلکہ صرف بوقتِ نکاح، ذکر کردہ تیس ہزار روپے ہی بطورِ مہر ادا کرنا لازم ہوں گے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ وکیل جب اپنے مؤکل کی مخالفت کرے اور اس میں مؤکل ہی کا فائدہ ہو اور اس کی بیان کردہ جنس (مال کی نوعیت) کی مخالفت بھی نہ ہو، تو وہ عقد، نافذ ہو جاتا ہے، جبکہ نقصان کی صورت میں یا جس صورت میں مؤکل کا مقصد پورا نہ ہو، وہ عقد نافذ نہیں ہوتا۔

اس تفصیل کی روشنی میں مؤکل کی طرف سے مہر کی بیان کردہ رقم سے کمی بیشی، محض اسی صورت میں ہی عقدِ نکاح کے نفاذ میں رکاوٹ بنے گی کہ جب مؤکل کو نقصان ہو رہا ہو یا اس کے مقصد کا حصول باقی نہ رہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ کرام نے وکیل کی طرف سے مہر میں کمی و زیادتی کی وجہ سے عقد کے عدمِ نفاذ کا حکم اسی صورت میں لگایا ہے کہ جب مؤکل کو نقصان پہنچ رہا ہو، جیسے کہ مؤکلہ (عورت) کے بتائے ہوئے سے کم اور مؤکل (مرد) کے بتائے ہوئے سے زیادہ مہر پر نکاح پڑھانے کی صورت میں ان کے نقصان کی وجہ سے نکاح کو ان کی اجازت پر موقوف قرار دیا گیا ہے، یونہی صغیر (چھوٹے نابالغ لڑکے) کا نکاح باپ یا دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی (شرعی

سرپرست) نے مہرِ مثل پر غبنِ فاحش یعنی بہت زیادہ اضافے کے ساتھ پڑھایا، یا پھر صغیرہ (چھوٹی نابالغ لڑکی) کا بہت زیادہ کمی کے ساتھ پڑھایا، تو اس میں ان کا نقصان ہے، لہذا یہ عقد باطل قرار پائے گا، جبکہ پوچھی گئی صورت میں وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بتائی گئی رقم سے زائد پر نکاح پڑھانا، اس کے فائدے میں ہے اور اس کی بیان کردہ جنس (مال کی نوعیت) کی مخالفت بھی نہیں پائی گئی، تو یہ نکاح شرعی طور پر جائز اور نافذ قرار پائے گا۔

مزید یہ کہ عقدِ نکاح کے وقت جب مہر کی کوئی مقدار طے کرلی جائے اور وہ کم از کم مقدارِ شرعی (دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی یا اس کی قیمت) کے برابر یا اس سے زائد ہو اور معلوم و معین بھی ہو، تو وہ مقدار، بطورِ مہر لازم ہوجاتی ہے اور پوچھی گئی صورت میں بوقتِ عقد زید نے دلہن کے وکیل کی حیثیت سے تیس ہزار روپے مہر کے ساتھ ایجاب کیا، جسے دولہا نے قبول کرلیا، تو اب اسی تیس ہزار کی ادائیگی، اس دولہے پر لازم ہوگی اور دلہن کے پاس جو اس سے پہلے پانچ ہزار روپے کا تذکرہ ہوا، اس کا اعتبار نہیں۔

مؤکل کی ہدایات کی مخالفت کی صورت میں، اگر اس کا فائدہ ہو اور اس کی بیان کردہ جنس (مال کی نوعیت) کی مخالفت بھی نہ ہو، تو ایسا عقد مؤکل پر نافذ ہوجاتا ہے، چنانچہ علامہ خُسرو رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 885ھ/1480ء) لکھتے ہیں: "(الوکیل إذا خالف أمر الآمر إن کان خلافا إلی خیر في الجنس بأن وکله ببیع عبده بألف درهم فباعه بألف ومائة ینفذ" ترجمہ: وکیل جب حکم دینے والے (موکل) کے حکم کی خلاف ورزی کرے، اگر یہ خلاف ورزی اسی جنس میں بہتری کی طرف ہو، یوں کہ اس نے اسے اپنا غلام ایک ہزار درہم کے بدلے بیچنے کا وکیل بنایا پس وکیل نے اسے ایک ہزار اور ایک سو درہم کے بدلے بیچ دیا، تو یہ بیع نافذ ہوجائے گی۔

(دررالحکام شرح غررالاحکام، جلد02، صفحہ 289، داراحیاء الکتب العربیۃ)

خیر اور شر دونوں صورتوں میں مخالفت کا حکم بیان کرتے ہوئے، علامہ زَیْلَعی حنفی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 743ھ/1342ء) لکھتے ہیں: "ولو وکله بشراء عشرة أرطال لحم بدرهم فاشتری عشرین رطلا بدرهم مما یباع منه عشرة بدرهم--- یلزمه العشرون بدرهم--- لأن المأمور به صرف الدرهم في عشرة أرطال من اللحم، وقد صرفه فیه مع زیادة خیر فینفذ علیه--- بخلاف ما لو اشتری ما یساوي عشرین رطلا منه درهما بدرهم حیث یصیر مشتریا لنفسه بالإجماع؛ لأنه خالفه إلی شر" ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی کو ایک درہم میں دس رطل گوشت خریدنے کا وکیل بنایا اور اس وکیل نے ایک درہم میں بیس رطل گوشت اسی معیار کا خرید لیا کہ جیسا ایک درہم میں دس رطل ملتا ہے، تو یہ بیس رطل گوشت ایک درہم کے بدلے میں مؤکل پر لازم ہوجائے گا، کیونکہ اس کا حکم ایک درہم کو دس رطل گوشت کی خریداری میں صرف کرنے کا ہے، جبکہ **وکیل نے اس درہم کو دس رطل میں خرچ کیا اور اس کے ساتھ ہی اس میں نفع کی زیادتی بھی کروائی، تو یہ عقد مؤکل پر لازم ہوگا**، بخلاف اس کے کہ جب اس نے ایسا گوشت ایک درہم میں خریدا کہ جو ایک درہم میں بیس رطل ملتا ہے، تو اب یہ وکیل بالاجماع، اسے اپنے لئے خریدنے والا قرار پائے گا، **کیونکہ اس نے مؤکل کی مخالفت، شر (نقصان) کی طرف کی ہے**۔ (تبیین الحقائق، جلد4، صفحہ 262۔263، مطبوعہ المطبعۃ الکبری، مصر)

مؤکل کا مقصود حاصل ہونے کی صورت میں عقد کے نافذ ہونے کے متعلق شمس الائمہ، امام سَرَخْسِی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 483ھ/1090ء) لکھتے ہیں: ”وتصرف الوكيل على الآمر إنما ينفذ فيما يرجع إلى تحصيل مقصوده“ ترجمہ: وکیل کا آمر (مؤکل) پر تصرف محض اسی صورت میں نافذ ہوتا ہے کہ جب اس کا مقصد حاصل ہو رہا ہو۔ (المبسوط، جلد14، صفحہ63، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

مؤکل (مرد) کے مقرر کردہ مہر سے زائد یا مؤکلہ (عورت) کے مقرر کردہ مہر سے کم پر نکاح پڑھانے کے متعلق علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: ”لو عين المهر كألف فزوجه بأكثر فإن دخل بها غير عالم فهو على خياره۔۔۔ ولو هي الموكلة وسمت له ألفا فزوجها ثم قال الزوج ولو بعد الدخول: تزوجتك بدينار وصدقه الوكيل إن أقر الزوج أنها لم توكل بدينار فهي بالخيار، فإن ردت فلها مهر المثل بالغا ما بلغ ولا نفقة عدة لها بالرد تبين أن الدخول حصل في نكاح موقوف فيوجب مهر المثل دون نفقة العدة، وإن كذبها الزوج فالقول لها مع يمينها، فإن ردت فباقي الجواب بحاله ويجب الاحتياط في هذا“ یعنی: اگر اس نے مہر میں مثلاً ایک ہزار کی تعیین کی، پھر وکیل نے اس کا نکاح ایک ہزار سے زائد پر کر دیا، تو اگر اس نے مہر میں کئے گئے اضافے کو جانے بغیر اس سے ہمبستری کر لی، تو بھی اسے نکاح کو رد کا اختیار حاصل ہے اور اگر یہ مؤکلہ ہو (یعنی جس نے کسی نکاح کا وکیل بنایا ہے وہ عورت ہو) اور اس نے ایک ہزار مہر مقرر کیا اور وکیل نے اس کا نکاح کر دیا، پھر شوہر نے خواہ ہمبستری کے بعد ہی کہا کہ میں نے ایک دینار پر تجھ سے نکاح کیا ہے اور وکیل نے بھی اس کی تصدیق کر دی (یعنی اس کے مقرر کردہ سے کم میں نکاح ہوا)، تو اگر شوہر اس بات کی تصدیق کرے کہ اس نے واقعی ایک دینار پر نکاح کا وکیل نہیں بنایا تھا، تو عورت کو نکاح کے رد کرنے کا اختیار رہے، اگر وہ اسے رد کر دیتی ہے، تو اسے مہرِ مثل حاصل ہوگا، خواہ جتنا بھی ہو، جبکہ عدت کا نفقہ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح کو رد کرنے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ہمبستری نکاحِ موقف میں واقع ہوئی ہے، تو یہ مہرِ مثل لازم کرے گی نہ کہ عدت کا نفقہ۔ اور اگر شوہر اس کی تکذیب کرتا ہے، تو بھی عورت کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، پھر اگر وہ نکاح کو رد کر دے، تو باقی جواب وہی ہے۔ (رد المحتار مع در مختار، جلد3، صفحہ95، مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی، مصر)

باپ یا دادا کے علاوہ کسی شخص کے غبنِ فاحش کے ساتھ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنے کے متعلق علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں: ”وإن كان المزوج غيرهما أي غير الاب وأبيه ولو الام أو القاضي أو وكيل الاب۔۔۔ لا يصح النكاح من غير كفؤ أو بغبن فاحش أصلا“ ترجمہ: اگر نکاح کرنے والا باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور ہو، اگرچہ ماں یا قاضی یا باپ کا مقرر کردہ وکیل، تو بھی غیرِ کفو یا غبنِ فاحش کی صورت میں نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔ (در مختار، صفحہ 184، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امامِ اہلِ سُنَّت، امام اَحمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”اگر نکاح کرنے والا اَب وجد کے سوا اور کوئی ولی ہے۔۔۔ اور مہر مثل سے فرق کثیر ہے، مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہر مثل دس ہزار تھا انہوں نے پندرہ

ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہر مثل دس ہزار تھا انہوں نے پانچ ہزار بندھوایا، تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں"۔ (فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ642، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عقدِ نکاح میں مقرر کردہ مہر کی ادائیگی لازم ہونے کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو۔ (پارہ5، سورۃ النساء، آیت24)

چنانچہ امام ابو الحسن علی بن حسین سُغدی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 461ھ/1068ء) لکھتے ہیں: "فاما المعلوم۔۔۔ اذا کان معینا فانه جائز ولیس لها غیر المسمی ولیس للزوج ان یعطیها غیر ذلك" یعنی: مہر جب معلوم و معین ہو، تو اس کو مقرر کرنا، جائز ہے اور اب عورت اس مقرر کردہ سے زیادہ کی حق دار ہے، نہ ہی شوہر کو اس سے کم دینے کا اختیار ہے۔ (النتف فی الفتاوی، جلد1، صفحہ298، مطبوعہ مؤسسہ الرسالہ، بیروت)

یونہی امامِ اہلِ سُنَّت، امام اَحمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: "مہر مسمی یعنی جو عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا"۔ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ368، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مہر کے حوالے سے، عقدِ نکاح سے پہلے ذکر کی گئی مقدار کا اعتبار نہ ہونے کے متعلق امام احمد قُدوری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 428ھ/1036ء) لکھتے ہیں: "إذا جعلا السمعة في المهر، فاتفقا أن المهر في الباطن مائة، وأنهما يظهران مائتين، ولم يقولا إن مائة منها سمعة، فالمهر مائتان؛ لأنه سمى في العقد ما يصح أن يكون مهرا، ولم يتفقا على الهزل ببعضه، **فما تقدم من الاتفاق لا يعتد به**" ترجمہ: جب متعاقدین نے مہر میں دکھلاوے کو شامل کرلیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ حقیقت میں مہر کی رقم ایک سو ہوگی، جبکہ وہ اسے دو سو ظاہر کریں گے اور انہوں نے (وقتِ عقد) یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک سو دکھلاوے کے طور پر ہیں، **تو مہر، دو سو قرار پائے گا، کیونکہ انہوں نے عقد میں ایسی چیز کو ذکر کیا ہے کہ جس کا مہر بننا صحیح ہے** اور اس میں سے بعض کے مذاق ہونے پر (وقتِ عقد) اتفاق نہیں کیا، تو پہلے والے اتفاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (شرح مختصر الکرخی، جلد3، صفحہ503، مطبوعہ دار اسفار، کویت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: FSD-9667

تاریخ اجراء: 20 جمادی الثانیہ 1447ھ/12 دسمبر 2025ء